ڈاکٹر خالد علوی ☆

علم اصول حدیث اور اس کا ارتقاء

مسلمان اس اعتبار سے دنیا کی ایسی منفرد قوم ہے جس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و آثار کو محفوظ کرنے میں بے مثال سرگرمی کا مظاہرہ کیا۔ آنحضورؐ کی سیرت کی حفاظت میں ان جزئیات کا بھی استقصاء کیا جو بظاہر غیر اہم معلوم ہوتی تھیں۔ آپؐ کے رفقاء نے آپؐ کی جملہ تفصیلات کو نقل کیا۔ یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ یہ نقل و روایت کا عمل بے ہنگم نہیں تھا۔ اول روز سے ہی احتیاط پیش نظر رہی۔ ابتدائی دور میں جو سادہ احتیاطی تدابیر تھیں آگے چل کر اصول علمیہ کی صورت اختیار کر گئیں۔

حافظ ذہبیؒ (۷۴۸ھ) نے ابوبکر صدیقؓ کے احوال میں لکھا ہے کہ وہ پہلے آدمی تھے جنہوں نے قبول خبر میں احتیاط سے کام لیا(۱)۔ حضرت عمرؓ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے محدثین کے لئے روایت میں جانچ پڑتال کا طریقہ وضع کیا۔ اور جب انہیں شک ہوتا تو خبر واحد کو قبول کرنے میں توقف سے کام لیتے(۲)۔ حضرت علیؓ کا تذکرہ کرتے ہوئے امام ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ وہ امام عالم تھے اور روایت قبول کرنے میں چھان پھٹک سے کام لیتے یہاں تک کہ حدیث روایت کرنے والے سے حلف کا مطالبہ کرتے(۳) اور حضرت عائشہؓ نے ابن عمرؓ کی روایت "میت کو اس کے خاندان کی آہ و بکا کے باعث عذاب ہوتا ہے" پر اعتراض کیا اور کہا کہ یہ قرآن حکیم کی آیت کے خلاف ہے اور کہا کہ انہیں سننے میں غلطی ہوئی ہے(۴)۔ ان حضرات کی احتیاط صحابہ پر کسی عدم اعتماد کا نتیجہ نہیں تھی کیونکہ یہ سب لوگ صحبت رسول کے فیض یافتہ تھے۔ یہ متقیانہ روش تھی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سماع و فہم کی غلطی سے کوئی غلط بات منسوب نہ ہو جائے اکثر صحابی روایت کرتے وقت حضور اکرمؐ سے مروی یہ قول پیش نظر رکھتے " **من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعده من النار**(۵) (جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کرتا ہے اسے اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالینا چاہئے)۔

صحابہؓ اور تابعینؒ کا دور عہد رسول سے قرب کے باعث اور ان حضرات کی عدالت اور ان کے شرف کی وجہ سے انہیں جرح و تعدیل کا موضوع نہیں بنایا گیا کیونکہ صحابہ کرام عدول تھے(۶)۔ اور تابعین محترم(۷)۔ لیکن ان کی روایت کی جانچ پڑتال کی جاسکتی ہے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے سانحہ سے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ جسے قدماء کی اصطلاح میں "قرن فتنہ" کہا جاتا ہے۔ اس دور میں بدعات کا آغاز ہوا اور رسولؐ اللہ کی طرف اقوال منسوب کرکے اقوال وضع کئے گئے۔

مبتدعین اور فتنہ گروں نے وضع احادیث کا سلسلہ شروع کیا تو اہل علم کو خطرے کا احساس ہوا۔ انہوں نے حدیث کی حفاظت کا اہتمام کیا۔ یہی وہ دور ہے جب حدیث کے سلسلے میں اسناد اور رواۃ کے حال پر زیادہ توجہ دی جانے لگی۔ امام مسلم نے اپنی صحیح کے "مقدمہ" میں اور امام ترمذی نے "العلل" میں محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے: **لم یکونوا یسئلون عن الاسناد، فلما وقعت الفتنة قالوا سموالنا رجالکم فینظر الی حدیث اہل السنة فیوخذ حدیثهم وینظر الی اهل البدع فلا یوخذ حدیثهم**۔ (۸) (پہلے لوگ اسناد کے بارے میں پوچھ گچھ نہیں کرتے تھے لیکن جب دور فتنہ آیا تو کہنے

☆ ڈائریکٹر اسلامک سینٹر و پروفیسر، سیرت چیئر، ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب

لگے: تم اپنے رجال (راویوں) کے نام بتاؤ تاکہ اہل سنت کی روایت کو قبول کیا جا سکے اور اہل بدعت کی حدیث کو رد کیا جا سکے)۔

علماء صحابہ نے لوگوں کو اس امر کی ترغیب دی کہ راویوں سے حدیث اخذ کرنے میں احتیاط سے کام لیں اور صرف ان ہی افراد سے حدیث قبول کریں جن کے دین اور حافظے پر انہیں اعتماد ہو اس طرح اہل علم و دین میں ایک قاعدہ اشاعت پذیر ہوا جس کے الفاظ کچھ یوں تھے: **انما هذه الاحاديث دين فانظروا عمن تاخذونها**(۹) - (بلاشبہ یہ احادیث دین ہی تو ہیں سو تمہیں ضرور جاننا چاہئے کہ تم کس سے اخذ کر رہے ہو)۔

اسی نقطہ نظر نے جرح و تعدیل کے اصول کو جنم دیا جو اصول حدیث کی اساس ہے۔ صحابہؓ میں سے عبداللہ بن عباس(۱۰)، عبادہ بن الصامت(۱۱) اور انس بن مالک(۱۲) وغیرہ نے رجال کے بارے میں اظہار خیال کیا گو اس کی حیثیت بالکل ابتدائی تھی۔ تابعین میں سے سعید بن المسیب(۱۳) عامر الشعبی(۱۴) اور ابن سیرین(۱۵) وغیرہ نے رجال کی تحقیق کے سلسلے میں اس طریق کار کو آگے بڑھایا۔ پھر اہل علم نے اخذ حدیث کے طریقے اور اصل ماخذ تک پہنچنے میں پوری تگ و دو سے کام لیا۔ حدیث کی کتابوں میں "رحلات علم" کے عنوان سے خاصا مواد موجود ہے۔ اسناد کی جانچ پڑتال اور طلب حدیث کے لئے طویل سفر کے نتیجے میں ایک روایت کو دوسرے راوی کی روایت سے تقابل کا اصول اختیار کیا گیا اور اس طرح موضوع و ضعیف کی معرفت حاصل کی گئی نتیجتاً" صحیح و سقیم، محفوظ اور غیر محفوظ احادیث کے درمیان تمیز کا سلسلہ شروع ہوا۔ قرن اول ہی میں حدیث مرفوع، موقوف، متصل اور مرسل کی اصطلاحیں مستعمل ہونا شروع ہو گئیں۔

دوسری صدی ہجری میں عمرؓ بن عبدالعزیز(۱۶) کی مساعی سے تدوین حدیث کا کام شروع ہوا تو امام المحدثین محمد بن مسلم بن شہاب الزہریؒ(۱۷) نے جمع احادیث اور تنقیح روایات کے سلسلے میں اصول و قواعد ضبط کئے حتیٰ کہ بعض علماء نے انہیں علم مصطلح الحدیث کا موجد قرار دیا ہے(۱۸)۔ صحابہؓ اور تابعینؒ کے دور تک اسناد مختصر اور واضح تھیں لیکن دوسری صدی کے اواخر میں یہ سلسلہ طویل بھی ہو گیا اور اس میں غیر محکم عناصر بھی در آئے نتیجہ یہ ہوا کہ حدیث کے رواۃ کی معرفت کا مکمل علم اور متن حدیث کی صحیح پہچان ایک مشکل مسئلہ بن گیا۔ اس عہد میں خصوصی ضوابط بنتے گئے اور احادیث کی صحیح حیثیت متعین کرنے کے لئے اصول وضع کرنے کو وسعت دی گئی۔

تیسری صدی ہجری تدوین علوم کے لئے سنہری دور کہلاتی ہے اس عہد میں علوم حدیث کی مختلف صنفیں مستقل بنیادوں پر منظم کی گئیں۔ مثلاً علم الحدیث الصحیح، علم المرسل، علم الاسماء والکنیٰ وغیرہ اور علماء نے ہر موضوع پر خاص تصنیفات مرتب کیں۔

یحیٰؒ بن معینؒ م ۲۳۴ھ (۱۹) نے تاریخ رجال میں، محمد بن سعدؒ م ۲۳۰ھ (۲۰) نے طبقات اور احمد بن حنبل م ۲۴۱ھ (۲۱) نے العلل اور الناسخ والمنسوخ مرتب کیں۔ امام بخاریؒ کے استاد علی بن المدینیؒ م ۲۳۱ھ (۲۲) نے مختلف فنون پر سو کے قریب کتابیں تصنیف کیں۔ علوم حدیث کی تدوین میں ہر علم پر خصوصی کام ہوتا رہا لیکن اس کے مجموعے کے لئے علوم الحدیث کی اصطلاح استعمال ہوتی رہی حتیٰ کہ تمام علوم کو مخصوص مولفات میں جمع کر دیا گیا اور اسے علوم الحدیث کا نام دیا گیا۔ علوم گو جمع کا صیغہ ہے لیکن اسے واحد کے طور پر خاص علم کے لئے استعمال کیا گیا ہے جسے ہم مصطلح الحدیث بھی کہتے ہیں جیسا کہ عراقیؒ اور السیوطیؒ نے کیا ہے(۲۳)۔ اس کے لئے علم الحدیث درایہ کی اصطلاح بھی استعمال ہوتی تاکہ علم الحدیث روایہ سے متمیز کیا جا سکے۔

علم الحدیث کی تعریف:۔ حدیث لغوی اعتبار سے جدید کے معانی میں استعمال ہوتی ہے(۲۴)۔ ابوالبقاء کے بقول یہ حدیث سے اسم ہے جس کے معنی خبر دینا ہے اصطلاحا" اس سے مراد وہ قول 'فعل یا تقریر ہے جس کی نسبت رسول اللہ کی طرف ہو(۲۵)۔ ابن حجر کا قول ہے: **المراد بالحدیث فی الشرع ما اضیف الی النبی کا نہ ارید بہ مقابلتہ القران لا نہ قدیم(۲۶)**

عرف شرع میں حدیث سے مراد وہ ہے جس کی نسبت رسول اللہ کی طرف ہو گویا اس سے مراد قرآن کے مقابل ہے چونکہ وہ قدیم ہے۔

حدیث کے مستقل علم ہونے کی بنا پر علماء حدیث نے اس کی تعریف کے تعین اور غرض وغایت کی بحث میں اظہار خیال کیا ہے۔ چنانچہ علم حدیث روایہ اور علم حدیث درایہ کی تقسیم کی گئی اور اس کے مطابق تعریف کی گئی:

علم الحدیث روایتہ: علم یشتمل علی اقوال النبی و افعالہ و تقریر اتہ و صفاتہ و روایتھا و ضبطھا و تحریر الفاظھا(۲۷)

علم الحدیث روایت کے اعتبار سے ایک ایسا علم ہے جو رسول اللہ کے اقوال 'افعال تقاریر اور صفات 'اور اس کی روایت اسے ضبط کرنے اور اس کے الفاظ کی تحریر کو شامل ہے۔

و علم الحدیث درایتہ: علم بقوانین یعرف بھا احوال السند والمتن (۲۸)

علم الحدیث درایت کے لحاظ سے ان قوانین کا علم ہے جس سے سند اور متن کے احوال جانے جاتے ہیں۔

الکافیجیؒ نے علم حدیث کی جو تعریف نقل کی ہے وہ روایت و درایت دونوں اعتبار سے جامع ہے وہ کہتے ہیں:

فھو علم یقتدی بہ علی معرفتہ اقوال الرسول وافعالہ علی وجہ مخصوص کالا تصال والا رسال و نحو ھا' ویطلق ایضا علی معلومات وقواعد مخصوصتہ کما تقول فلان یعلم الحدیث ترید بہ معلوماتہ وقواعدہ (۲۹)

یہ وہ علم ہے جس کے ذریعے رسولؐ اللہ کے اقوال اور افعال کی معرفت ایک خصوصی پہلو سے حاصل ہوتی ہے جیسے اتصال و ارسال وغیرہ اور اس کا اطلاق خاص معلومات و قواعد پر بھی ہوتا ہے جیسے تم کہو کہ اس شخص کو حدیث کا علم ہے اور تمہاری مراد اس کی معلومات اور قواعد ہوں۔

اس علم کا موضوع راوی اور روایت کا رد و قبول ہے(۳۰) اور اس کی غرض وغایت یہ رہی ہے کہ صحیح و حسن اور سقیم و شاذ وغیرہ میں تمیز ہو سکے۔ اور حدیث پر اعتماد کرتے ہوئے اسے احساس ہو کہ وہ کس نوعیت کی روایت کو اپنے قول و فعل کی بنیاد پر تیار کرتا ہے۔ علم الحدیث کی ساری سرگرمیاں رسول اللہ کی شخصیت اور آپؐ کے آثار کو محفوظ کرنا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس موقعہ پر وہ جامع بیان نقل کرتے ہیں جسے علامہ السیوطیؒ نے علم حدیث کی تعریف 'موضوع اور مقصد کے بارے میں نقل کیا ہے:۔

قل ابن الاکفانی فی کتاب ارشاد القاصد الذی تکلم فیہ علی انواع العلوم علم الحدیث الخاص بالروایتہ " علم یشتمل علی اقوال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وافعالہ وروایتھا' وضبطھا وتحریر

ابن الاکفانی "ارشاد القاصد" میں مختلف علوم پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ علم الحدیث جو روایت سے مختص ہے ایسا علم ہے جو نبیؐ کے اقوال و افعال 'ان کی روایت 'ان کو ضبط کرنے اور ان کے الفاظ کو تحریر کرنے پر مشتمل ہے

الفاظها" وعلم الحديث الخاص بالدرايته " علم يعرف منه حقيقته الروايته' شروطها وانواعها واحكامها وحال الرواة' وشروطهم واصناف المرويات وما يتعلق بها" فحقيقته الروايته نقل السنته ونحوها واسناد ذالک الی من عزی اليه بتحديث او اخبار وغير ذلک وشروطها تحمل راويها لما يرويه بنوع من انواع التحمل' من سماع اوعرض او اجازته ونحوها وانواعها: الاتصال والانقطاع ونحوهما' واحكامها: القبول والرد وحال الرواة' العدالته والجرح' وشروطهم فی التحمل وفی الاداء کما سياتی واصناف المرويات: المصنفات من المسانيد والمعاجم والاجزاء وغيرها' احاديث و اثارا وغيرهما وما يتعلق بها: هو معرفته اصطلاح اهلها وقال الشيخ عز الدين ابن جماعته: علم الحديث " علم بقوانين يعرف بها احوال السند والمتن وموضوعه السند والمتن وغايته معرفته الصحيح من غيره وقال شيخ الاسلام ابو الفضل بن حجر اولی التعاريف له ان يقال معرفته القواعد المعرفته بحال الراوی والمروی" وان شئت حذفت لفظ " معرفته" فقلت القواعد : وقال الکرمانی فی شرح البخاری: واعلم ان الحديث موضوعه ذات رسول الله صلی الله عليه وسلم من حيث انه رسول الله وحده هو " علم يعرف به اقوال رسول الله صلی الله عليه وسلم وافعاله واحواله" وغايته: هو الفوز بسعادة الدارين وهذا الحدمع شموله لعلم الاستنباط غير محرر' ولم يزل شيخنا العلامته محی الدين الکافيجی يتعجب من قوله ان موضوع علم الحديث ذات الرسول ويقول هذا موضوع الطب لا موضوع الحديث" (٣١)

اور علم الحدیث جو درایت سے مختص ہے وہ ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعے روایت کی حقیقت' اس کی شرائط' اس کی انواع' اس کے احکام' راویوں کے احوال اور ان کی شرائط' مرویات کی اقسام اور ان کے متعلقات کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ سو روایت کی حقیقت یہ ہے کہ سنت اور اس بات کو نقل کیا جائے اور حدیث و خبر کے ذریعے اس کو جاننا پہچاننا جس کی طرف اس کی نسبت ہے۔ اس کی شرائط راوی کی ادائیگی اور ادائیگی کی مختلف انواع مثلاً سماع' عرض اور اجازہ وغیرہ میں سے کس نوع سے روایت کرتا ہے۔ اس کی اقسام اتصال اور انقطاع وغیرہ ہیں اور اس کے احکام قبول ورد ہیں۔ اور راویوں کے حالات سے مراد ان کا عادل و مجروح ہونا او تحمل اداء ان کی شرائط جیسا کہ آگے آئے گا۔ اور مرویات کی اقسام یعنی مسانید اور معاجم اور اجزاء وغیرہ کی تصنیفات احادیث و آثار اور اس کے متعلقات وغیرہ۔ وہ اہل فن کی اصطلاح کی معرفت ہے۔ شیخ عزالدینؒ بن جماعہ نے کہا: علم الحدیث ان قوانین کا علم ہے جن کے ذریعے سند اور متن کے احوال کی معرفت حاصل ہو اور اس کا موضوع سند اور متن ہے اور اس کی غرض وغایت صحیح اور غیر صحیح کی معرفت ہے۔ شیخ الاسلام ابو الفضل ابن حجرؒ نے کہا کہ سب سے بہتر تعریف یہ ہے کہ کہا جائے کہ ان قواعد کی معرفت جو راوی اور مروی کے احوال کا پتہ دیں تم چاہو تو "معرفت" کے لفظ کو حذف کر سکتے ہو۔ کرمانیؒ نے شرح بخاری میں کہا: جاننا چاہیے کہ علم الحدیث کا موضوع رسول اللہ کی ذات ہے بدیں حیثیت کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور اس کی تعریف یہ ہے کہ وہ علم ہے جس کے ذریعے رسول اللہ کے احوال و افعال کی معرفت حاصل ہوئی۔ اور غرض وغایت سعادت دارین کا حصول ہے۔ اور یہ تعریف علم الاستنباط کی شمولیت غیر محرر ہے اور الکافیجیؒ اس قول پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہ علم حدیث کا موضوع ذات رسول ہے۔ کہا کرتے تھے کہ یہ طب کا موضوع ہے

حدیث کا نہیں۔

حدیث و خبر کے قبول میں جس سادہ احتیاط کا آغاز ہوا تھا وہ تیسری صدی ہجری تک پہنچتے پہنچتے مرتب اصول و ضوابط کی صورت اختیار کر گئی۔ علماء حدیث نے علوم حدیث کی تمام اقسام پر عمدہ کتابیں مرتب کرنے کی کوشش کی جس شخص کو علم مصطلح الحدیث پر اولین مرتب کاوش کا شرف حاصل ہوا وہ چوتھی صدی ہجری کے مصنف الرامہرمزیؒ (۳۶۵ھ) ہیں۔ ازاں بعد مختلف علماء و محدثین نے اپنے اپنے انداز کے مطابق ہر زمانے میں تصانیف مرتب کیں۔ حافظ ابن حجرؒ (۳۲) نے اس فن کی اہم کتابوں کا تذکرہ کیا ہے اور حاجی خلیفہ نے بھی (۳۲الف) اس علم سے متعلق کتابوں کی ایک فہرست مہیا کی ہے۔ ذیل میں موضوع کی چند اہم تصانیف کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) **المحدث الفاصل بین الراوی و الواعی** کے مولف قاضی ابو محمد الرامہرمزیؒ م ۳۶۰ ھ (۳۳) ہیں۔ علامہ ذہبیؒ کے بقول یہ بہت اچھی کتاب ہے۔ حافظ ابن حجر کی رائے میں یہ کتاب نا تمام تھی(۳۴)۔ مشہور محقق عجاج الخطیب کی تحقیق و کاوش سے بیروت سے ۱۹۷۱ء میں چھپی

(۲) **معرفۃ علوم الحدیث** ابو عبداللہ الحاکم النیسا بوری م ۴۰۵ ھ (۳۵) کی تالیف ہے حافظ ابن حجرؒ کے بقول یہ کتاب غیر منقح اور بے ترتیب تھی لیکن اس کے باوجود یہ کتاب اہل علم کے حلقوں میں مقبول رہی۔ اب بھی اسے ایک بنیادی ماخذ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ سید معظم حسین کی تحقیق سے ۱۹۳۷ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی۔ بیروت سے آفسٹ پر دوبارہ شائع ہوئی۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور سے اسکا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

(۳) **المستخرج** کے مولف ابونعیم الاصفہانی م ۴۳۹ ھ (۳۶) ہیں۔ جو مسائل حاکم سے رہ گئے تھے ابو نعیم نے اپنی اس کتاب میں انہیں سمونے کی کوشش کی جو ابن حجر کے بقول نا تمام تھی(۳۷) کتاب کا ایک مخطوط مکتبہ کوبریلی میں موجود ہے۔

(۴) **الکفایہ فی معرفۃ علم الروایۃ** الحافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادیؒ م ۴۶۳ ھ (۳۸) **الکفایہ** اہل علم کے ہاں مقبول و متداول رہی۔ ۱۳۵۷ ھ میں حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی۔

(۵) **الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع (۳۹)** خطیب بغدادی کی اصول حدیث پر یہ دوسری کتاب ہے۔ مخطوطہ کا ایک نسخہ اسکندریہ کے مکتبہ البلدیہ (۳۷۱۱) مصطلح الحدیث میں موجود ہے۔ محمود الطحان کی تحقیق کے ساتھ الریاض سے ۱۹۸۳ء میں شائع ہو گئی ہے۔ خطیب کے بارے میں حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں "ان سب کے بعد خطیب ابوبکر کا دور آیا تو انہوں نے قوانین روایت میں کتاب **الکفایہ** اور آداب میں الجامع لاداب الشیخ لکھی۔ شاذ ہی کوئی فن چھوٹا ہو گا۔ اکثر فنون حدیث میں خطیب نے مستقل کتب تصنیف کی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ خطیب کی نسبت ابوبکر بن نقطہ (۶۲۹ ھ) کا قول کہ "خطیب کے بعد جتنے محدث گذرے سب ان کی کتابون کے محتاج ہیں" درست ہے۔ خطیب واقعی ایسے ہی پائے کے آدمی تھے(۴۰)۔

(۶) **الالماع الی معرفۃ اصول الروایۃ و تقیید السماع** قاضی عیاض الیحصبی م ۵۴۴ ھ (۴۱)

اس فن پر مفید کتاب ہے۔ استاد سید احمد صقر کی تحقیق سے قاہرہ سے شائع ہوئی ہے۔ تونس سے بھی چھپ چکی ہے۔

(۷) **مالا یسع المحدث جھلہ** کے مولف ابو حفص المیانجی م ۵۸۱ ھ (۴۲) ہیں صبحی السامرائی کی تحقیق سے ۱۳۸۷ھ میں بغداد سے شائع ہو گئی ہے۔

(۸) **کتاب علوم الحدیث (المعروف بمقدمہ ابن الصلاح)** ابو عمرو عثمان بن الصلاح الشہر زوری م۶۴۳ھ (۴۳) کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ اس کتاب کے مصر اور ہندوستان سے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ نورالدین عتر کی تحقیق سے ۱۹۶۶ء میں مدینہ منورہ سے عمدہ ایڈیشن چھپا۔ ابن الصلاح کی علمی وجاہت اور تصنیف کی افادیت کے پیش نظر یہ کتاب مقبول خاص و عام ہوئی۔ حافظ ابن حجر مقدمہ ابن الصلاح پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "یہاں تک کہ ابن الصلاح شہرزوری نزیل دمشق کا دور آیا۔ ابن الصلاح جب مدرسہ اشرفیہ میں منصب تدریس حدیث پر فائز کئے گئے تو انہوں نے معروف کتاب "مقدمہ" تالیف کر کے اس میں فنون حدیث کی اچھی طرح تنقیح کر دی۔ لیکن چونکہ یہ کتاب حسب ضرورت داعیہ وقتاً فوقتاً لکھی گئی تھی اس لئے اس کی ترتیب مناسب انداز پر نہ ہو سکی۔ تاہم ابن الصلاح نے چونکہ خطیب وغیرہ کی تصانیف میں جو متفرق مضامین تھے ان کو مجتمع کر کے اس کتاب میں اضافہ کر دیا اس لئے یہ کتاب جامع المتفرقات سمجھی جاتی ہے۔ مختلف وجوہ سے اہل علم نے اس کی خدمت کا شرف حاصل کیا۔ بعض حضرات نے اسے منظوم صورت میں پیش کیا بعض نے اس کا اختصار لکھا تو بعض نے تکملہ۔ بعض اہل علم نے اس پر اعتراضات کئے اور کچھ لوگوں نے جوابات دیئے(۴۴)' غرضیکہ ابن الصلاح کی کتاب سے اس میدان میں ایک سرگرمی پیدا ہوئی اور ایک عرصے تک لوگ مصروف عمل رہے۔ یہ اس سرگرمی کا نتیجہ تھا کہ علوم الحدیث ایک مکمل فن کی حیثیت سے مستحکم ہوا۔ ذیل میں ان چند کتب کے نام دیئے جاتے ہیں جو کسی نہ کسی اعتبار سے "مقدمہ ابن الصلاح" کے زیر اثر لکھی گئیں۔

مقدمہ ابن الصلاح پر لکھی گئی بعض شروح یہ ہیں۔

(الف) **النکت علی مقدمتہ ابن الصلاح** بدر الدین الزرکشی م ۷۹۴ ھ (۴۵) مخطوطہ کا ایک نسخہ توپکاپی سرائے استانبول (رقم ۲۱۷۹) میں موجود ہے۔

(ب) **التقیید والایضاح لما اطلق و اغلق من کتاب ابن الصلاح** کے مولف الحافظ زین الدین عبدالرحیم العراقی م ۸۵۲ھ (۴۶) ہیں۔ یہ کتاب مقدمہ ابن الصلاح کی تشریح و تعبیر پر مبنی ہے۔ پہلے حلب میں چھپی اور پھر مصر میں المکتبہ السلفیہ مدینہ منورہ کے ذریعہ اشاعت پذیر ہوئی۔

(ج) **النکت علی ابن الصلاح** حافظ ابن حجر العسقلانی م۸۵۲ ھ (۴۷)۔ مخطوطہ کا ایک نسخہ پیر جھنڈا لائبریری سندھ میں موجود ہے۔ د/ ربیع بن ھادی عمیر کی تحقیق کے ساتھ دو جلدوں میں مدینہ منورہ سے ۱۹۸۴ء میں شائع ہوئی۔

(د) **محاسن الاصطلاح فی تضمین کتاب ابن الصلاح** الحافظ البلقینی م ۸۰۵ھ (۴۸) کی تالیف

ہے۔ مخطوط نسخہ مکتبہ کوبریلی استانبول (رقم ۲۲۸) اور برلن میں بھی موجود ہے۔ یہ کتاب دارالکتب المصریۃ قاہرہ سے ۱۳۹۴ھ میں چھپ گئی ہے۔

مقدمہ ابن الصلاح کے چند اختصارات حسب ذیل ہیں۔

(الف) **ارشاد طلاب الحقائق الی معرفۃ سنن خیر الخلائق** (۴۹) کے مولف مشہور محدث امام النووی م ۶۷۶ھ (۵۰)۔ اس کے مخطوطات مکتبہ سلیمانیہ (ترکی) اور مکتبہ الظاہریہ (دمشق) میں موجود ہیں۔ د/ نور الدین عتر کی تحقیق کے ساتھ دمشق سے ۱۹۸۸ء میں چھپ چکی ہے۔

(ب) **التقریب و التیسیر الی حدیث البشیر النذیر** امام النووی م ۶۷۶ھ (۵۰ الف) امام نووی نے الارشاد کو مزید مختصر کر کے "تقریب" مرتب کی۔ یہ کتاب متعدد بار چھپ چکی ہے۔ مکتبہ خاور لاہور سے بھی ۱۹۷۸ء میں چھپی۔

(ج) **المنھل الروی فی الحدیث** النبوی۔ بدر الدین ابن جماعۃ م ۷۳۳ھ (۵۱) نے اپنی اس کتاب میں مقدمہ ابن الصلاح کے اختصار کے ساتھ کچھ اہم اضافے بھی کئے۔ ایک مخطوطہ نسخہ دارالکتب المصریہ میں (۳۱۷ مصطلح الحدیث) اور دوسرا مکتبہ اسکوریال میڈرڈ (۵۹۸) میں موجود ہے۔

(د) **الباعث الحثیث لامام عماد الدین ابن کثیر** م ۷۷۴ھ (۵۲) یہ بھی مقدمہ ابن الصلاح کا خلاصہ مع بعض مفید اضافوں کے لئے۔ الشیخ احمد محمد شاکر کی تحقیق سے شائع ہوئی ہے۔

(ہ) الباعث کے مقدمہ سے یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ ابن کثیر نے مقدمہ ابن الصلاح کے اختصار کے علاوہ البیھقی کی المدخل کا خلاصہ بھی لکھا (۵۲ الف)

(و) **الخلاصہ فی معرفۃ اصول الحدیث** مولفہ الطیبی م ۷۴۳ھ (۵۳) صبحی سامرائی کی تحقیق سے ۱۹۷۱ء میں بغداد سے شائع ہوئی۔

(ز) **المقنع** مولفہ ابن الملقن م ۸۰۴ھ (۵۴) مقدمہ ابن الصلاح کی تلخیص ہے۔ مخطوطہ کا ایک نسخہ دارالکتب المصریہ (رقم ۳۹۹) میں موجود ہے۔

مقدمہ ابن الصلاح کو اہل علم نے نظم کی صورت میں بھی پیش کیا اور اس کی شروح بھی لکھیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

(الف) **نظم الدرر فی علم الاثر** حافظ عبدالرحیم العراقی م ۸۰۶ھ (۵۵) نے مقدمہ ابن الصلاح کو نظم کیا۔ شیخ محمد حامد الفقی کی عمدہ تحقیق کے ساتھ مصر سے شائع ہوئی۔

(ب) **فتح المغیث** حافظ العراقی (۵۶) ہی نے اس منظوم کی دو شرحیں لکھیں ایک طویل دوسری مختصر۔ مصر سے طبع ہو چکی ہے۔

(ج) **النکت الوفیۃ بما فی شرح الالفیۃ** مولفہ البقاعی م ۸۸۵ھ (۵۷) یہ عراقی کی شرح پر حاشیہ ہے۔ مخطوطہ کا ایک نسخہ مکتبہ الاوقاف (رقم ۴۹۱) بغداد میں ہے۔

(د) **فتح المغیث فی شرح الفیۃ الحدیث** الحافظ السخاوی م ۹۰۲ھ (۵۸) یہ کتاب سب سے پہلے

ہندوستان میں اعظم گڑھ سے طبع ہوئی مدینہ منورہ کے مکتبہ السلفیہ کے زیر اہتمام مصر میں چھپی- کتب مصطلح الحدیث میں یہ کتاب وسیع تر معلومات کی حامل ہے-

حافظ سخاوی نے البقاعی کی النکت کی شرح بھی لکھی-

(ہ) قطر الدرر، جلال الدین السیوطی م ۹۱۱ ھ (۵۹) الفیہ کی اچھی شرح ہے- شیخ احمد محمد شاکر کی تحقیق سے مصر سے شائع ہو چکی ہے-

(و) فتح الباقی فی شرح الفیتہ العراقی کے مولف الحافظ زکریا الانصاری م ۹۲۸ ھ (۶۰) ہیں- مصر اور فاس سے ۱۳۵۴ھ میں چھپ چکی ہے-

(ز) الفیتہ جلال الدین السیوطی م ۹۱۱ ھ سیوطی نے مصطلح الحدیث پر مستقل منظوم تصنیف الفیہ کے نام سے بھی مرتب کی- محمد محی الدین عبدالحمید کی تحقیق سے قاہرہ سے ۱۳۳۲ھ میں شائع ہوئی-(۶۱)

(۹) تدریب الراوی بھی امام السیوطی کی تالیف ہے- یہ امام النووی کی تقریب(۶۲) کی شرح ہے پہلے مصر سے چھپی پھر اسے مدینہ منورہ کے المکتبہ العلمیہ نے عمدہ طریق پر شائع کیا

(۱۰) منهج ذوی النظرفی شرح منظومتہ الاثر محمد بن محفوظ الترمسی م ۹۲۸ھ (۶۳) کی تالیف ہے- یہ علامہ السیوطی کے الفیہ کی شرح ہے- اور مصر سے ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء طبع ہو چکی ہے-

(۱۱) المختصر کے مولف الکافیجی م ۸۷۹ھ (۶۴) ہیں مخطوطہ کا ایک نسخہ مکتبہ الاوقاف رقم (۲۷۱۱) بغداد میں موجود ہے-

(۱۲) الاقتراح فی بیان الاصطلاح لابن دقیق العید م ۷۰۲ھ (۶۵) اہلوارث نے اس کا مخطوطات برلن میں ذکر کیا ہے- ایک نسخہ دارالکتب المصریتہ میں بھی ہے- مطبعہ الارشاد بغداد سے ۱۹۸۲ ھ میں چھپ چکی ہے-

(۱۳) الهدایتہ فی علوم الروایہ (۶۶) کے نام سے ابن الجزری م ۷۵۱ھ (۶۷) نے اصول حدیث پر منظوم کتاب لکھی- مخطوطہ کا ایک نسخہ مکتبہ اوقاف بغداد (رقم ۱۲۹، مجامیع) میں موجود ہے-

(۱۴) التذکرۃ کے مولف ابن الملقن م ۸۰۴ھ (۶۸) ہیں مخطوطہ کا ایک نسخہ المکتبہ العمومیتہ استانبول میں ہے-

(۱۵) التوضیح الابهر لتذکرۃ الملقن کے نام سے الحافظ السخاوی م ۱۰۳۱ھ (۶۹) نے التذکرۃ کی شرح لکھی- مخطوطہ کا ایک نسخہ مکتبہ عمومیہ ترکیہ (رقم ۷۶۷) میں موجود ہے-

(۱۶) القصیدہ الغرامیتہ (غرامی صحیح) کے مولف ابوالعباس الاشبیلی م ۶۹۹ھ (۷۰) ہیں- یہ اصول حدیث پر منظوم کتاب ہے اس کی کئی شرحیں لکھی گئیں- چند شروح درج ذیل ہیں-

(الف) شرح قصیدۃ الاشبیلی کے نام سے عزالدین بن جماعتہ م ۸۱۹ھ (۷۱) نے القصیدہ الغرامیتہ کی شرح لکھی یہ الامیر کے حاشیہ کے ساتھ مصر سے طبع ہو چکی ہے-

(ب) شرح قصیدۃ الاشبیلی ابن قطلوبغا م ۸۷۹ھ (۷۲) نے بھی اس قصیدہ کی خدمت کی اور اس کی

شرح لکھی۔

(ج) شرح قصیدۃ الاشیلی بدرالدین القرافی م ۱۰۰۸ھ (۷۳) نے بھی اس کی شرح لکھی۔

(۱۷) اللطائف کے مولف ابن مندہ (۳۴ھ ۷ھ) ہیں۔ کتاب کا ایک مخطوطہ نسخہ مکتبہ الظاہریہ (۲۵۶ حدیث) میں موجود ہے۔

(۱۸) المختصر لمعرفۃ علوم الحدیث کے مولف سید شریف الجرجانی م ۸۱۶ھ ہیں۔(۷۴) یہ کتاب الطیبی کے الخلاصہ پر مبنی ہے۔ دہلی سے چھپ چکی ہے۔ عبدالحی لکھنوی (۱۳۰۴ھ) نے ظفر الامانی کے نام سے اس کی شرح لکھی جو ہندوستان سے طبع ہو چکی ہے۔

(۱۹) ارجوزہ فی المصطلح کے مولف مشہور لغوی الفیروز آبادی م ۸۱۷ھ (۷۵) ہیں۔ مخطوطہ ایک نسخہ دارالکتب المصریۃ (رقم ۵ مجامیع) قاہرہ میں موجود ہے۔

(۲۰) تنقیح الانظار فی علوم الاثار کے مولف محمد بن ابراہیم المشہور بابن الوزیر م ۸۴۰ھ (۷۶) ہیں۔ الامیر الصنعانی م ۱۱۸۲ھ (۷۷) نے اس کی شرح لکھی جو توضیح الافکار کے نام سے مصر سے چھپ چکی ہے۔

(۲۱) نخبتہ الفکر و شرحھا نزھتہ النظر ابن حجر العسقلانیؒ م ۸۵۲ھ (۷۸)۔ یہ کتاب مصر اور پاک و ہند سے متعدد بار چھپ چکی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ سے پہلے اصول حدیث کی کتابوں پر ابن الصلاح کے افکار و انداز کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔ اور اسی کتاب کو نظم کیا جاتا رہا اور اسی کی تشریح و تعبیر کے مظاہر دکھائی دیتے ہیں۔ ابن حجرؒ کی تصنیف کے بعد کا دور "شرح نخبتہ الفکر" کا دور کہا جا سکتا ہے۔ یہ کتاب اہل علم کے درمیان بڑی مقبول ہوئی اور داخل نصاب ہوئی۔ علماء نے اس کی شرحیں اور حواشی لکھے۔ اس کتاب کی تصنیف اور اس کی حیثیت کے بارے میں خود ابن حجرؒ رقمطراز ہیں:

"مجھ سے میرے بعض احباب نے خواہش ظاہر کی کہ تم بھی اس فن کے اہم مطالب کا خلاصہ کرنے کی خدمت قبول کرو چنانچہ میں نے بھی بایں خیال (کہ میرا نام بھی ان خدام کی فہرست میں درج ہو) چند اوراق میں ایک نادر ترتیب پر اس کا خلاصہ کر دیا۔ اور کچھ اور امور اس کے ساتھ اضافہ کر کے نخبتہ الفکر فی مصطلح اھل الاثر اس کا نام رکھا۔ پھر بایں خیال (کہ صاحب خانہ خانگی امور سے زیادہ واقف ہوتا ہے) دوبارہ مجھ سے خواہش کی گئی کہ اس کی ایک شرح بھی تم ہی لکھو جس سے اس کے اشارات حل اور مخفی مطالب واضح ہو جائیں۔ چنانچہ شرح کا بار بھی میں نے ہی اٹھا لیا۔ اس شرح میں دو امور کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اولاً: توضیح مطالب' توجیہ عبارت اور اظہار اشارات کی کوشش کی گئی ہے۔ ثانیاً: شرح کو متن کے ساتھ اس طرح پیوست کر دیا ہے کہ دونوں مل کر ایک ہی بسیط کتاب سمجھی جاتی ہے(۷۹)۔

نخبتہ الفکر کی اہل علم حضرات نے مختلف وجوہ سے خدمت کی کسی نے اس کا حاشیہ لکھا تو بعض نے اس کی شرح۔ ذیل میں ہم چند شروح کا ذکر کرتے ہیں۔

(الف) شرح النخبتہ کے مولف الشمنی م ۸۷۲ھ (۸۰) ہیں۔ اس مخطوطہ کا ایک نسخہ مکتبہ اوقاف (رقم

۳۷۹) بغداد میں موجود ہے۔ ان کے بیٹے احمد نے اس کی شرح لکھی اس کا نام العالی الرتبتہ فی شرح نظم النخبتہ رکھا۔

(ب) حاشیہ علی نزھتہ النظر کے مولف ابن قطلوبغام ۸۷۹ھ (۸۱) ہیں اس مخطوط کا ایک نسخہ مکتبہ اوقاف (مجموع رقم ۸۷۸) بغداد میں موجود ہے۔

(ج) مصطلحات اہل الاثر شرح النخبتہ ملا علی القاری م ۱۰۱۴ھ (۸۲) یہ کتاب استانبول سے چھپ چکی ہے۔ اہل علم کے ہاں مقبول اور مفید تصور کی جاتی رہی ہے۔

(ر) الیو اقیت والدرر کے مولف المناوی م ۱۰۳۱ھ (۸۳) ہیں۔ یہ بھی نخبتہ الفکر کی شرح ہے۔ مخطوطہ کا ایک نسخہ دارالکتب المصریتہ (رقم ۲۲۶۳) قاہرہ میں موجود ہے۔

(ہ) قضاء الوطرفی شرح نخبتہ الفکر کے مولف ابراہیم بن ابراہیم اللقانی م ۱۰۴۱ھ (۸۴) ہیں۔ مخطوطہ کا ایک نسخہ دارالکتب المصریتہ (رقم ۱۱۳۸) قاہرہ میں ہے۔

(و) سلک الدرر فی مصطلح اہل الاثر کے مولف العنزی م ۹۳۵ھ (۸۵) ہیں۔

(۱۸) البیقونیتہ (منظومتہ فی علم المصطلح) عمر بن محمد بن فتوح البیقونی الدمشقی م ۱۰۸۰ھ (۸۶) کی اصول حدیث پر منظوم تالیف ہے۔ مطبع مصطفیٰ الحلبی ۱۳۶۸ھ میں مصر سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کی بہت سی شرحیں لکھی گئیں جن میں سے چند یہ ہیں:

(الف) شرح الزرقانی علی البیقونیتہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی م ۱۱۲۲ھ (۸۷) یہ شرح مصر (۱۳۸۸ھ / ۱۹۴۹ء) میں طبع ہو چکی ہے۔

(ب) حاشیہ علی البیقونیتہ' الشیخ عطیہ الاجھوری م ۱۱۹۰ھ (۸۸) مخطوطہ کا ایک نسخہ دارالکتب المصریہ (رقم ۱۷۳۳) قاہرہ میں موجود ہے۔ مطبعہ عیسیٰ البابی الحلبی' قاہرہ سے چھپ چکی ہے۔

(ج) البہجتہ الوضیتہ شرح متن البیقونیتہ' شیخ محمود نشابہ م ۱۳۲۸ھ (۸۹) میں طرابلس الشام سے چھپ چکی ہے۔

(د) العرجون فی شرح البیقون محمد صدیق حسن خان القنوجی م ۱۳۰۷ھ (۹۰)

(۱۹) قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث کے مولف جمال الدین قاسمی م ۱۳۳۲ھ (۹۱) شام کے مشہور اہل علم میں سے تھے۔ موضوع پر اچھی کتاب ہے اور مصر سے کئی بار چھپ چکی ہے۔

(۲۰) توجیہ النظر الی علم الاثر شیخ طاہر الجزائری م ۱۳۳۸ھ (۹۲) کی تالیف ہے۔ مصر سے طبع ہو چکی ہے۔

ان کے علاوہ بہت سی کتابیں ہیں جو اصول حدیث کی بحثوں پر محتوی ہیں جیسے امام مسلم (۲۷۹ھ) کی کتاب الجامع الصحیح کا مقدمہ' البیہقی (۴۵۸ ھ) کی المدخل الی السنن الکبریٰ' ابن رجب (۷۹۵)ھ کی شرح العلل' الطیبی کا مقدمتہ الکاشف' ابن لاثیر کا مقدمہ جامع الاصول اور معاصر علماء میں محمد ابو زھو کی کتاب الحدیث و المحدثون' مصطفیٰ السباعی کی السنتہ و مکانتھا فی التشریع الاسلامی' عجاج الخطیب کی السنتہ قبل التدوین اور اصول الحدیث' صبحی صالح کی مصطلح علوم الحدیث' محمد محمد السماحی کی المنھج الحدیث فی علوم

الحدیث' د/احمد عمر هاشم کی قواعد اصول التحدیث' عبدالفتاح ابوغدۃ کی لمحات من تاریخ السنتہ و علوم الحدیث' د/ محمود الطحان کی تیسیر مصطلح الحدیث جامع اور مفید کتابیں ہیں۔ علوم حدیث کے ضمن میں مختلف بحثیں مسلمان علماء کی دقت نظر' علمی دیانت اور وسعت معلومات کی علامت ہیں۔

بیماری کی تشخیص

"زندگی کا دریا اس وقت اپنی طغیانی پر ہے۔ ملک ملک اور قوم قوم کے درمیان سخت کشمکش برپا ہے اور یہ کشمکش اتنی گہرائی تک اتری ہوئی ہے کہ بڑے بڑے مجموعوں سے گذر کر فرد فرد تک کو نزاع کے میدان میں کھینچ لائی ہے۔ اس طرح عالم انسانی کے بیشتر حصے نے اپنے وہ تمام اخلاقی اوصاف اگل کر منظرِ عام پر رکھ دیے ہیں جنہیں وہ مدتوں سے اندر ہی اندر پرورش کر رہا تھا۔ اب ہم ان گندگیوں کو علانیہ سطحِ زندگی پر دیکھ رہے ہیں، جن کو تلاش کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ تعمق کی ضرورت تھی۔ اب صرف ایک مادر زاد اندھا ہی اس غلط فہمی میں مبتلا رہ سکتا ہے کہ "بیمار کا حال اچھا ہے" اور صرف وہی لوگ بیماری کی تشخیص اور علاج کی فکر سے غافل رہ سکتے ہیں جو حیوانات کی طرح اخلاقی حس سے بالکل خالی ہیں یا جن کے اخلاقی احساسات پر فالج گر گیا ہے۔"

سید مودودی

حواشی و مراجع

۱۔ کان اول من احتاط فی قبول الاخبار' الذھبی' تذکرۃ الحفاظ' ۱/۲ حیدر آباد دکن ۱۹۵۵ء

۲۔ وھو الذی سن للمحدثین التثبت فی النقل وربما توقف فی خبرالواحد اذا ارتاب' تذکرہ' ۱/۱۰

۳۔ کان اماما عالما متحریا فی الاخذ بحیث انہ یستحلف من یحدثہ بالحدیث۔ تذکرہ' ۱/۱۰

۴۔ بخاری' الجامع الصحیح کتاب الجنائز' ۱/۲

۵۔ بخاری' الجامع الصحیح' کتاب العلم' ۱/۳۵' دارالفکر بیروت

۶۔ علوم الحدیث' ۲۶۴

۷۔ ایضاً ۲۷۱

۸۔ مسلم' مقدمتہ الجامع' ۱/۱۱' دارالفکر بیروت' ابن رجب' شرح العلل' ۸۱' تحقیق صبحی جاسم' بغداد' ۱۳۹۶ھ۔

۹۔ خطیب بغدادی' شرف اصحاب الحدیث' ۴۱' انقرہ' ۱۹۷۱ء

۱۰۔ عبداللہ ابن عباس القرشی (۶۸ ھ)' حبرالامتہ' جلیل القدر صحابی' حضرت عمر ابن عباس کا خصوصی خیال رکھتے۔ تذکرۃ الحفاظ' ۱/۴۰

۱۱۔ عبادۃ بن الصامت بن قیس الانصاری (۳۴ ھ) مشہور صحابی۔ غزوات میں شریک رہے سادات صحابہ میں شمار ہوتا ہے۔ ابن حجر' تہذیب التہذیب' ۵/۱۱۱' حیدر آباد

۱۲۔ انس بن مالک الانصاری (۹۳ ھ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تذکرۃ' ۱/۴۴

۱۳۔ سعید بن المسیب المخزومی' القرشی (۹۴ ھ) سید التابعین۔ مدینہ کے فقہاء میں سے تھے۔ مدینہ میں فوت ہوئے' تذکرہ' ۱/۵۴' ابن سعد' الطبقات' ۷/۱۰

۱۴۔ عامر بن شراحیل الشعبی الحمیری (۱۰۳ھ) ضرب المثل حافظے کے مالک تھے۔ ان کا شمار ثقہ رجال حدیث میں ہوتا ہے' تہذیب' ۵/۶۵' خطیب بغدادی' تاریخ بغداد' ۱۲/۲۲۷' قاہرہ ۱۹۳۱ء

۱۵۔ محمد بن سیرین البصری (۱۱۰ ھ)' تابعی' علوم دینیہ میں اپنے وقت کے امام تھے۔ خوابوں کی تعبیر کے سلسلے میں شہرت رکھتے تھے۔ تہذیب' ۹/۲۱۴ تاریخ بغداد' ۵/۳۳۱

۱۶۔ عمر بن عبدالعزیز الاموی القرشی (۱۰۱ ھ) خلیفہ راشد' الملک العادل جنہوں نے ازسرنو اسلامی معاشرے کی تشکیل کی تھی۔ تہذیب' ۷/۴۷۵' الاصفہانی' حلیتہ الاولیاء' ۵/۲۵۳

۱۷۔ محمد بن مسلم ابن شہاب الزہری (۱۲۵ ھ)' تابعی' اہل مدینہ میں سے۔ اکابر حفاظ و فقہاء میں نمایاں ترین اور تدوین حدیث کا آغاز کرنے والے' تذکرہ' ۱/۱۰۲' تہذیب' ۹/۴۴۵

۱۸۔ مبارکپوری' مقدمہ تحفتہ الاحوذی' ۲۔ ۳

۱۹۔ یحیی بن معین البغدادی' ذہبی نے انہیں سید الحفاظ کہا ہے' تذکرہ' ۲/۱۶' تہذیب' ۱۱/۲۸۰' تاریخ بغداد' ۱۴/۱۷۷

۲۰۔ محمد بن سعد الزھری' مورخ ثقہ حفاظ حدیث میں سے تھے واقدی کے ساتھ رہے اور کاتب الواقدی کے نام سے معروف رہے۔ تھذیب' ۹/۱۸۲' تاریخ بغداد' ۵/۳۲۱

۲۱۔ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی (۲۴۱ ھ)' مذہب حنبلی کے امام' حدیث و سنت کے داعی اور بدعت و الحاد کے خلاف جہاد کرنے والے۔ ان کی مشہور تصنیف مسند ہے۔ تاریخ بغداد' ۴/۴۱۲' ابن کثیر' البدایتہ' ۱۰/۳۲۵

۲۲۔ علی بن عبداللہ بن جعفر المدینی (۲۳۴ ھ) محدث' مورخ اپنے زمانے کے امام' تذکرہ' ۲/۱۵' تھذیب' ۷/۳۴۹

۲۳۔ السیوطی' تدریب الراوی' ۴

۲۴۔ السیوطی' تدریب الراوی' ۷

۲۵۔ کلیات ابوالبقاء' ۱۵۲

۲۶۔ تدریب' ۴

۲۷۔ ایضا' ۴

۲۸۔ ایضا' ۵' احوال سند سے مراد یہ ہے کہ اس کے اتصال' انقطاع' تدلیس اور سماع وغیرہ میں تساہل کو معلوم کیا جائے۔ اور احوال متن سے مراد اس کے مرفوع' موقوف اور اس کی صحت وشذوذ کی معرفت ہے۔

۲۹۔ المختصر فی علم الاثر (مخطوط)' ۲۰

۳۰۔ شرح نخبتہ الفکر ۸' مقدمہ ابن الصلاح' ۳

۳۱۔ تدریب' ۵

۳۲۔ شرح نخبتہ' ۵

۳۲الف حاجی خلیفہ' کشف الظنون' ۱/۶۴۰

۳۳۔ الحسن بن عبدالرحمن بن خلاد الرامھرمزی' اپنے زمانے کے محدث عجم تھے۔ تذکرہ' ۳/۱۱۳' ابن العماد' شذرات الذھب' ۳/۳۰' کشف' ۲/۱۶۱۲

۳۴۔ شرح نخبتہ' ۲

۳۵۔ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ' اکابر حفاظ حدیث اور اس کے مصنفین میں سے تھے۔ الذھبی' میزان الاعتدال' ۳/۹۵' تاریخ بغداد' ۵/۴۷۳

۳۶۔ مورخ' حافظ حدیث اور حفظ و روایت میں ثقہ۔ میزان' ۱/۵۲' محمد السماحی' المنھج الحدیث' ۲۲

۳۷۔ شرح نخبہ' ۲

۳۸۔ مشہور محدث' مورخ۔ شعر و ادب کا عمدہ ذوق تھا۔ وفیات' ۱/۲۷' ابن عساکر' تاریخ ابن عساکر' ۱/۳۹۸

۳۹۔ مصادر میں کتاب کا نام الجامع لاداب الشیخ والسامع ملتا ہے لیکن محمود الطحان نے تحقیق کے بعد اس

کا نام الجامع لاخلاق الراوی ـــــ لکھا ہے۔

۴۰۔ شرح نخبہ، ۳

۴۲۔ ابو حفص عمر بن عبدالمجید القرشی المیانجی، کشف الظنون، ۲/۱۵۷۰ تدریب، ۶/۱

۴۱۔ عیاض بن موسی البستی، عالم المغرب، اہل الحدیث کے امام تھے۔ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ۱/۳۶۲

۴۳۔ تفسیر، حدیث، فقہ اسماء الرجال کے اکابر علماء میں سے تھے، وفیات، ۱/۳۴۳، شذرات الذھب ۲۲۱/۵

۴۴۔ شرح نخبہ، ۳

۴۵۔ محمد بن بہادر بن عبداللہ الزرکشی۔ فقہ اور اصول فقہ الشافعیہ کے بڑے عالم تھے اور ترکی الاصل تھے۔ مختلف فنون میں تصنیفات چھوڑی ہیں، کشف، ۱/۱۲۰۰، ۲۲۶، شذرات الذھب، ۳۳۵/۶

۴۶۔ عبدالرحیم بن الحسین المعروف بالحافظ العراقی۔ بلندپایہ حفاظ حدیث میں شمار ہوتے ہیں۔ تفسیر، حدیث اور فقہ پر مصنفات ہیں، الضوء اللامع، ۴/۱۷۱، حسن المحاضرة، ۱/۲۰۴

۴۷۔ احمد بن علی ابن محمد بن حجر العسقلانی، آباؤ و اجداد عسقلان سے تعلق رکھتے تھے۔ اپنے عہد کے فصیح اللسان اور ائمہ علم و تاریخ میں بلند مرتبہ کے حامل تھے، الضوء اللامع، ۲/۳۶، البدر الطالع، ۱/۷

۴۸۔ عمر بن ارسلان الکنانی البلقینی، المصری الشافعی، مجتہد، حافظ حدیث اور اپنے وقت کے علماء دین میں سے تھے۔ الضوء اللامع، ۶/۸۵، شذرات، ۷/۵۱

۴۹۔ مصادر میں امام النووی کی کتاب کا نام الارشاد ملتا ہے۔ لیکن محقق مخطوطہ سے مذکور نام ثابت ہے۔

۵۰۔ یحی بن شرف النووی الشافعی، فقہ و حدیث کے علامہ، عالم شب زندہ دار۔ حدیث و فقہ میں ان کی تصانیف ماخذ کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔ النجوم الزاهرہ ۷/۲۷۸۔ یہ کتاب اہل علم میں بہت مقبول ہوئی اور اس کی تین شرحیں لکھی گئیں، دیکھئے کشف، ۱/۷۰

۵۰الف دیکھئے حاشیہ نمبر ۵۰، مقدمہ تیسیر مصطلح الحدیث، ۱۲

۵۱۔ محمد بن ابراہیم بن جماعۃ الکنانی الشافعی بدرالدین، قاضی، عالم الحدیث اور اپنے وقت کے ثقہ علماء دین میں شمار ہوتے تھے۔ متعدد تصانیف چھوڑی ہیں۔ النجوم الزاهرہ، ۹/۲۹۸، الدرر الکامنہ، ۳/۲۸۰، مقدمہ المنہج الحدیث، ۲۴

۵۲۔ اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی، حافظ، فقیہ اور مورخ۔ طلب علم میں کئی سفر کئے اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔ الدررالکامنہ ۱/۳۷۳، البدر الطالع، ۱/۱۵۳

۵۲۔الف ابن کثیر، الباعث الحثیث، ۱۵ تحقیق احمد محمد شاکر۔ قاہرہ

۵۳۔ شرف الدین الطیبی۔ ممتاز عالم و محدث۔ صاحب ثروت تھے اور زندگی بھر مال خرچ کرتے رہے۔ الدرر الکامنہ ۲/۶۸، البدر الطالع، ۱/۲۲۹

۵۴۔ عمر بن علی احمد الانصاری المعروف بابن الملقن۔ حدیث، فقہ، تاریخ اور رجال کے اکابر علماء میں شمار ہوتے تھے۔ الضوء اللامع، ۶/۱۰۰

۵۵،۵۶۔ دیکھئے حاشیہ نمبر، ۴۶، مقدمہ تیسیر مصطلح الحدیث، ۱۳

۵۷۔ ابراہیم بن عمر البقاعی' مورخ' ادیب اصلاً' بقاع کے تھے۔ دمشق میں سکونت پذیر رہے۔ مقدمہ المنہج الحدیث' ۲۵ البدر الطالع' ۱/۱۹' الضوء اللامع' ۱/۱۱

۵۸۔ محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی تاریخ' تفسیر' حدیث اور ادب کے بلند پایہ عالم۔ رجال' حدیث اور تاریخ پر مستند کتابوں کے مولف ہیں' الضوء اللامع' ۸/۳۲۲' شذرات الذهب ۹/۱۵

۵۹۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی' جلال الدین' مورخ' ادیب۔ بے شمار کتب کے مصنف۔ شذرات' ۸/۵۱' الضوء اللامع' ۴/۶۵' دلیل مخطوطات السیوطی' ۸۰' کشف' ۲/۳۵۲

۶۰۔ زکریا بن محمد الانصاری المصری الشافعی' جلیل القدر عالم انکا شمار اپنے عہد کے حفاظ حدیث میں ہوتا تھا' النور السافر' ۱۲۰' مقدمہ المنہج الحدیث' ۲۵

۶۱۔ دلیل مخطوطات السیوطی' ۵۳ نیز دیکھئے حاشیہ ۵۹

۶۲۔ دیکھئے حاشیہ' ۵۹

۶۳۔

۶۴۔ محمد بن سلیمان بن سعد ابو عبداللہ الکافیجی۔ معقولات کے بڑے عالم تھے۔ علامہ السیوطی کو ان سے خصوصی تعلق تھا۔ الضوء اللامع ۷/۲۵۹' شذرات' ۷/۳۲۶

۶۵۔ محمد بن علی بن وھب القشیری' اصول کے اکابر علماء میں سے تھے اور اپنے وقت کے مجتہد تھے۔ فقہ و حدیث میں تصنیفات ہیں۔ الدرر الکامنہ ۴/۹۱' شذرات ۶/۵۔

۶۶۔ حاجی خلیفہ نے اسے الہدایۃ الی علوم الدرایہ لکھا ہے' کشف الظنون ۲/۲۰۲۸

۶۷۔ محمد بن محمد بن علی العمری الدمشقی ثم الشیرازی الشافعی الشہیر بابن الجزری۔ حافظ الحدیث۔ اپنے زمانے کے شیخ القراء تھے۔ حدیث وقراء ات میں صاحب تصنیف۔ السیوطی' طبقات الحفاظ' ۳/۸۵' طاش کبری زادہ مفتاح السعادہ' ۱/۳۹۲

۶۸۔ دیکھئے حاشیہ ۵۴

۶۹۔ دیکھئے حاشیہ ۵۸

۷۰۔ احمد بن فرح اللخمی المالکی الشافعی اپنے وقت کے علماء حدیث و فقہ میں سے تھے۔ حدیث و فقہ میں مصنفات ہیں۔ شذرات' ۱/۴۴۳' دائرہ المعارف الاسلامیہ' ۱/۲۵۱

۷۱۔ محمد بن ابی بکر الکنانی الحموی الشافعی المعروف بابن جماعۃ۔ اصول' جدل' لغت اور بیان کے عالم تھے۔ کثیرالتصانیف بزرگ تھے۔ سخاوی کے بقول ہر فن میں کچھ نہ کچھ لکھا۔ شذرات' ۷/۱۳۹' الضوء اللامع ۷/۱۷۱

۷۲۔ قاسم بن قطلوبغا' عالم' مورخ اور مصنف۔ سخاوی کا کہنا ہے کہ وہ امام' علامہ' زبان آور قادر علی المناظرۃ تھے۔ البدر الطالع ۲/۴۵' الضوء اللامع' ۶/۱۸۴

۷۳۔ محمد بن یحیی بن عمر بدر الدین القرافی' مالکی فقیہ اور ماہر لغت تھے۔ موطا کی شرح بھی لکھی۔ معجم المطبوعات' ۱۵۰۲

۷۴۔ علی بن محمد بن علی المعروف الشریف الجرجانی فلسفہ اور عربی زبان و ادب کے مشہور عالم۔ منطق و فلسفہ میں عمدہ تصانیف چھوڑی ہیں۔ الضوء اللامع۔ ۵/۳۲۸، مفتاح السعادۃ، ۱/۱۶۷، مقدمہ، معرفتہ

۷۵۔ محمد بن یعقوب الفیروز آبادی۔ لغت و ادب میں امام تھے۔ حدیث اور تفسیر میں بھی تصانیف تھیں۔ البدر، ۲/۲۸۰، الضوء، ۱/۷۹

۷۶۔ محمد بن ابراہیم بن علی المشہور بابن الوزیر۔ صاحب قلم تھے۔ یمن کے سرکردہ علماء میں سے تھے اور نفیس کتب کے مولف تھے۔ البدر الطالع، ۲/۸۱، الضوء اللامع، ۶/۲۷۲

۷۷۔ محمد بن اسماعیل بن صلاح المعروف بالامیر الصنعانی۔ مجتہد تھے۔ یمن کے اہل علم گھرانے سے تعلق تھا۔ نواب صدیق حسن خاں کے بقول ان کی سو کے قریب تصنیفات تھیں۔ صدیق حسن خاں، ابجد العلوم، ۸۶۸، البدر الطالع، ۱/۷۳

۷۸۔ مقدمہ نزہتہ النظر تحقیق نورالدین عتر، مقدمتہ النکت علی کتاب ابن الصلاح

۷۹۔ شرح نخبہ الفکر، ۳

۸۰۔ احمد بن محمد بن محمد الشمنی الاسکندری، اسکندریہ میں پیدا ہوئے اور قاہرہ میں فوت ہوئے۔ فقہ و حدیث میں مصنفات چھوڑی ہیں۔ شذرات، ۷/۳۱۳، البدر الطالع، ۱/۱۱۹، الضوء، ۲/۱۷۴

۸۱۔ دیکھئے حاشیہ ۷۲

۸۲۔ علی بن سلطان المعروف بالقاری حنفی فقیہ اور محدث۔ اپنے زمانے کے سر برآوردہ علماء میں سے تھے۔ البدر الطالع، ۱/۴۴۵، معجم المطبوعات، ۱۷۹۱

۸۳۔ محمد عبدالرؤف بن تاج العارفین الحدادی ثم المناوی القاھری۔ علوم اسلامیہ کے جلیل القدر علماء میں سے تھے۔ مقبول کتابوں کے مصنف تھے۔ معجم المطبوعات، ۱۹۸

۸۴۔ ابراہیم بن ابراہیم بن حسن اللقانی، مالکی مذہب کے عالم و فاضل انسان تھے۔ مختلف موضوعات پر کتب تالیف کیں۔ بغدادی، ہدیتہ العارفین، ۱/۳۰

۸۵۔ مقدمتہ معرفتہ علوم الحدیث، یح

۸۶۔ مقدمہ تیسیر مصطلح الحدیث، ۱۳

۸۷۔ محمد بن عبدالباقی الزرقانی المصری المالکی۔ بہت سی کتابوں کے مولف تھے۔ الکتانی، الرسالتہ المستطرفہ، ۱۴۳

۸۸۔ عطیہ بن عطیہ البرھانی الاجھوری۔ قرآن و حدیث پر کئی کتابوں کے مولف تھے۔ سلک الدرر۔ ۳/۶۵

۸۹۔ المنہج الحدیث، ۲۷، مقدمتہ معرفتہ علوم الحدیث، یط

۹۰۔ صدیق حسن خاں البخاری القنوجی۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے کام کرنے والوں میں سے تھے، بے شمار کتابوں کے مولف تھے۔ ابجد العلوم، ۹۳۹

۹۱۔ جمال الدین بن محمد بن قاسم الحلاق۔ شام میں اپنے دور کے امام۔ سلفی العقیدہ تھے تقلید کے مخالف

تھے۔ اپنا زیادہ وقت تصنیف و تالیف میں صرف کیا۔ الاعلام ۱۳۱/۲

۹۲۔ طاہر بن صالح الجزائری ثم الدمشقی۔ لغت و ادب کے اکابر علماء میں سے تھے۔ وقیع تصنیفات کے مولف تھے۔ الاعلام ۳۲۰/۳۰

حسن سلوک

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ چاہے کہ اس کی روزی میں کشادگی و برکت دی جائے اور اس کی موت میں تاخیر کی جائے اسے چاہئے کہ اپنے رشتہ داروں سے حسن سلوک سے پیش آئے۔ (بخاری و مسلم)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صلہ رحمی کرنے والا درحقیقت وہ شخص نہیں ہے' جو بطور بدلے کے صلہ رحمی کرے' بلکہ صلہ رحمی کرنے والا تو وہ ہے کہ اس وقت صلہ رحمی کرے جب قطع رحمی کی جا رہی ہو۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ میرے کچھ رشتے دار ہیں' جن سے میں اچھا سلوک کرتا ہوں مگر وہ مجھ سے برا سلوک کرتے ہیں۔ اور میں ان پر احسان کرتا ہوں لیکن وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں اور میں ان سے شفقت و درگزر کا برتاؤ کرتا ہوں مگر وہ مجھ سے جاہلانہ طریقہ پر پیش آتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر واقعہ یونہی ہے' جیسا کہ تو بیان کرتا ہے تو سن لے کہ تو گویا ان رشتہ داروں کے منہ پر جلتی ہوئی راکھ ڈالنے والا ہے اور تیرے ساتھ ہمیشہ اللہ کی طرف سے ایک معاون فرشتہ رہے گا' جو تجھے ان پر غالب و حاوی رکھے گا۔ جب تک کہ تو اپنے طرز عمل پر قائم ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
تم حسن سلوک کی کسی صورت اور کسی قسم کو بھی حقیر مت سمجھو۔ اور اس کی ایک صورت (جس میں کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا) یہ بھی ہے کہ تم اپنے بھائی سے شگفتہ روئی کے ساتھ ملو' اور یہ بھی (حسن سلوک میں سے ہے) کہ تم اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں پانی ڈال دو۔ (جامع ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
مومن تو الفت و محبت کا مرکز ہے' اور اس آدمی میں کوئی بھلائی نہیں جو دوسروں سے الفت نہیں کرتا' اور دوسرے اس سے الفت نہیں کرتے۔ (مسند احمد)